بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (انفال:۳۴)

(اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں)

ارشادات مظہری

(۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء)

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ
شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دھلی

ترتیب و تشریح

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم-اے؛ پی-ایچ-ڈی

ادارۂ مسعودیہ، ۶/۲/۵-ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

ارشادات

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر[۱] اللہ علیہ الرحمہ

برائے بزم ارباب طریقت، کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

فقیر کے پاس برابر اس کی اطلاع آتی رہتی ہے کہ بزم[۲] میں شامل ہونے والے بہت سست ہیں اور کمی کے ساتھ شرکت کرتے ہیں- اس بزم کا تقرر میں نے اپنے کسی مفاد کے لئے نہیں رکھا بلکہ احباب ہی کے فائدے کے لئے کیا ہے[۳]، اگر شرکت کرتے رہیں گے تو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا رہے گا ورنہ آخرت میں سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا ----نہایت درجہ تعجب کا مقام ہے جس کو مولیٰ نے اپنے ذمہ کیا ہے اس میں تو وہ دوڑ دھوپ کہ اپنی ہر آسائش اس پر قربان کر رکھی جس قدر میں ضرورت پوری ہو جائے صرف اسی قدر کوشش کافی ہے باقی وقت تو جس غرض سے بھیجا گیا ہے اس میں صرف کرنا چاہئے[۹] - دنیوی کوشش بھی اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ ہمارا امتحان ہو جائے کہ اپنا وقت دینی معاملات میں صرف کرتے ہیں جو ان کے ذمہ کیا ہے یا دنیوی امور میں؟ -----اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے-----

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَO (ذٰریٰت:۵۶)

یعنی میں نے جنات اور انسان کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت اور بندگی کریں[۱۰]- اور ظاہر ہے جب تک معبود کو پہچانا نہ جائے اس کی عبادت کیسے ہوسکتی ہے؟ اسی لئے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں---كُلُّ عِبَادَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ فَهُوَ تَوْحِيْد -----یعنی قرآن کریم میں جہاں عبادت کا لفظ واقع ہوا ہے اس سے توحید مراد ہے- یہی حدیث قدسی کا ارشاد ہے--- كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ[۱۲] -

۱- شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ عالم اسلام کے مشہور و معروف جلیل القدر عالم باعمل اور عظیم المرتبت عارف کامل تھے---۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں دہلی میں ولادت باسعادت ہوئی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء دہلی میں وصال فرمایا-- مزار مبارک مسجد جامع فتحپوری (دہلی) کے صحن میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے-

۲- حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں پہلی بار پاکستان تشریف لائے، سنہ مذکور ہی میں کراچی میں ''بزم ارباب طریقت'' کے نام سے اہل طریقت کی ایک بزم قائم کی جس کے صدر اعلیٰ علامہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ، صدر علامہ مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ اور نائب صدر حکیم مشتاق احمد حیدری نقشبندی مدظلہ العالی ہوئے۔ اس بزم کی سرپرستی میں ماہانہ محفلیں منعقد ہوتی تھیں، ابتداء میں ارباب طریقت ذوق وشوق سے شرکت کرتے رہے لیکن بعد میں سستی پیدا ہوگئی اور شرکاء کی تعداد کم سے کم ہونے لگی- جب یہ بات مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے علم میں آئی تو ارباب طریقت کو ان ارشادات سے نوازا جو اس وقت آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں- یہ ارشادات تمام ارباب طریقت کیلئے ہدایت و نصیحت ہیں- الحمدللہ بزم ارباب طریقت قائم ہے اور کراچی اور لاہور میں پابندی کے ساتھ ماہانہ محفلیں ہورہی ہیں----کراچی میں یہ محفلیں حاجی معراج الدین مسعودی کے مکان پر پابندی سے ہورہی ہیں اور لاہور میں حاجی عبدالسلام قریشی مظہری کے گھر پر پابندی سے ہورہی ہیں---- بیشک، کاملین کا لگایا ہوا پودا سوکھ نہیں سکتا- اللہ تعالیٰ ان محافل کے روحانی فیوض و برکات کو جاری و ساری رکھے- آمین!

۳- حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ سراپا اخلاص تھے- آپ نے جو کچھ کہا اور کیا اللہ اور اللہ کے بندوں کے لئے کہا اور کیا- انبیاء علیہم السلام کے طریقے کو اپنایا اور بزبان قال و حال اعلان فرمایا-

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَO

(سورۂ شعراء:۱۶۴)

(اور میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہاں کا رب ہے)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا دل خانقاہی عصبیتوں سے بالکل پاک تھا اسی لئے آپ نے اپنے نام کے ساتھ کوئی علامت اور نشانی اختیار نہیں فرمائی

دل ہر قطرہ ہے سازِ اَنَا الْبَحْرُ

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

اور بزم کا نام رکھا تو ایسا جس میں ہر سلسلے کے لوگ شریک ہو کر اپنائیت محسوس کریں اور یہ عطر مجموعہ سب کے لئے باعث فرحت و سرور ہو---حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ، اللہ کی مخلوق کو اللہ کی نسبت سے دیکھتے ہیں- ان کی دید کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے- حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فقیر جب کامل ہوجاتا ہے تو دریا ہوجاتا ہے-''

اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

اہل اللہ کے نزدیک مخلوق بمنزلہ اولاد کے ہے-

(پروفیسر غلام سرور رانا، الحسن ۱۶ر جولائی ۲۰۰۰ء، ص۴۲)

بیشک ع

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

کامل سارے جہاں کو اپنا جہاں سمجھتا ہے، پھر ایک اور جہاں بناتا ہے جہاں سارے جہاں گم نظر آتے ہیں-

۴- یعنی اگر اللہ کی یاد سے غافل رہے تو پھر غفلت کا انجام ناکامی اور نامرادی ہے--قرآن کریم میں مختلف مقامات پر غافلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ان آیات میں (سورہ انبیاء آیت ۵۷، سورہ روم آیت ۷، سورہ نحل آیت ۱۰۸، وغیرہ وغیرہ)

۵- یعنی اس کریم نے رزق اور روزی کو اپنے ذمے رکھا- چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود:۶)

(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو)

(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو)

یہ بھی فرمایا:-

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (طلاق:۳)

(اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے وہ اس کے لئے کافی ہے-)

یقین کامل ہو تو وہ کچھ عطا ہوتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے-خود فقیر کے ساتھ زندگی میں ایسے واقعات پیش آئے جو حضرت مفتی اعظم کی بظاہر نہ سمجھ میں آنے والی باتوں کی تائید کرتے ہیں گویا جو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا فقیر نے اپنی آنکھوں سے ان کلمات کی سچائی کو دیکھ لیا، انکار کی گنجائش ہی نہ رہی-قرآن کریم نے رزق عطا فرمانے کا دوسرے مقامات پر بھی ذکر کیا ہے مثلاً ان آیات میں یونس:۳۱، آل عمران:۲۷، روم:۴۰، عنکبوت:۷ وغیرہ وغیرہ

جب دنیا کی طرف رغبت ہوتی ہے تو نفس دنیا طلبی کے لئے جواز پیدا کر کے اور بہانے تراش کر قدم آگے بڑھاتا رہتا ہے- پھر انسان نعمتوں میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ منعم کو بھی بھول جاتا ہے اور انجام نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے-منعم یاد رہے تو ہر نعمت، نعمت ہے ورنہ غفلت ہی غفلت ہے---دنیا طلبی کی مستی جب کافور ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

جن کو اپنا سمجھا تھا وہ اپنے نہ نکلے، کسی نے ساتھ نہ دیا سب نے اکیلا چھوڑ دیا بلا شبہ

یہ مال و دولت و دنیا یہ رشتہ و پیوند

بتانِ وہم گمان لَا اِلٰـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہَ اِلَّا اللّٰه

لیکن وہ کریم اپنے بندے کو اکیلا نہیں چھوڑتا ہے

جس نے فرمایا:-

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (حدید:۴)

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو)

اس نے اپنے بندے کو مایوس نہ فرمایا:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰه (زمر:۵۳)

(اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

وہ ہر دکھی اور غمزدہ کی پکار سنتا ہے اور اس کے دکھ درد کو دور کرتا ہے-

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ الآیہ (نمل:۶۲)

(یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت اور معاشرت سامنے رہے تو نفس کو لگام دی جاسکتی ہے، عاقبت سنواری جاسکتی ہے اور ہنستے ہوئے جان دی جاسکتی ہے--

۶- یعنی اپنی یاد، اپنی معرفت-ہم کو بےکار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا-خود فرمایا:-

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَا كُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O (مومنون:۱۱۵)

(تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟)

نہیں نہیں ہم نے تو تم کو اپنی معرفت و عبادت کے لئے پیدا کیا-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ O (ذٰریٰت:۵۶)

(میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں)

عبادت کیا ہے دل کی چاہت سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے لئے ظاہر و باطن کو جھکا دینا، وہی کہنا اور کرنا جس کا حکم دیا گیا ہے، محبت الٰہی اور محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کی جان ہے، جس نے یہ محبت پالی اُس نے سب کچھ پالیا اور جس نے یہ محبت کھودی اس نے یہ سب کچھ کھودیا-

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجب سے دریافت فرماتے ہیں:

وَيْلَكُمْ تَدَّعُوْنَ مَحَبَّةَ اللّٰهِ وَ تَقْبَلُوْنَ بِقُلُوْبِكُمْ اِلٰى غَيْرِهٖ؟ (جلاء الخواطر، لاہور، ص۱۱)

(تم پر افسوس، اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور اپنے دلوں کو دوسروں کی طرف پھیرتے ہو؟)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وَكُلُوْا مِنْ طَعَامِ حُبِّهٖ وَاشْرَبُوْا مِنْ شَرَابِ اُنْسِهٖ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِقُرْبِهٖ- يَا مَوتَى الْقُلُوْبِ يَا قُعُوْدُ عَلَى الرُّؤْيَا، قُوْمُوْا قَبْلَ اَنْ تُعْرَضُوْا-

(جلاء الخواطر، ص۱۳۳)

(اس کی محبت کے کھانے سے کھاؤ، اس کی الفت کے پانی سے پیو، اس کے قرب سے مدد چاہو، اے مردہ دلو!----اے خوابوں کی دنیا میں رہنے والو!---کھڑے ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم سے پوچھ گچھ ہو-)

سفر آخرت کے وقت اپنے صاحب زادے سے فرمایا:-

اپنی کل حاجتوں کو اللہ عزوجل کی طرف سونپو، اور حاجتیں اسی سے طلب کرو، اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو اور تمہارا اعتماد اسی پر ہو-توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو-تمام عبادتوں کا مجموعہ توحید ہے-(الفتح الربانی: ص۷۷۸)

۷-یعنی جب اللہ تعالیٰ نے رزق اپنے ذمہ رکھا تو ضرور پہنچائے گا-ہر جاندار کو رزق پہنچاتا ہے کوئی بھوکا نہیں رہتا-پیدا کرنے والا وہی ہے،کھلانے والا وہی ہے-کوئی دوسرا ہوتا تو نہ کھلاتا نہ پلاتا-شیر خوار بچہ جو اپنا رزق فراہم کرنے سے قاصر ہے---دنیا میں آتے ہی پاکیزہ و لطیف رزق پاتا ہے-سبحان اللہ!-----اور تو اور شکم مادر کی ظلمتوں میں بھی رزق ملتا رہتا ہے-وہ کریم سب کو رزق دیتا ہے-خود فرما رہا ہے:-

وَکَاَیِّنۡ مِنۡ دَآبَّۃٍ لَاتَحۡمِلُ رِزۡقَھَا ق صلے اللّٰہُ یَرۡزُقُھَا و اِیَّاکُم صلے وَھُوَا السَّمِیۡعُ
الۡحَکِیۡمُ O

(عنکبوت:۶۰)

(اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے-اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں اور وہی سنتا، جانتا ہے-)

دوسری جگہ فرماتا ہے:-

قُلۡ اِنَّ رَبِّی یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُلَہٗ ط (سبا:۳۹)

(تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے-)

۸- یعنی وعدے کے باوجود رزق کے لئے کوشش کرنے کا بھی حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:-

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی O وَاَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی O ثُمَّ یُجۡزٰہُ الۡجَزَآءَ
الۡاَوۡفٰی O وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَھٰی O (نجم:۳۹-۴۱)

(اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے)

یعنی جانا تو رب کے پاس ہے کوشش ہو تو ایسی کہ عاقبت سنور جائے، محشر میں رسوائی نہ ہو-حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا کہ کوشش ہو تو مباح ضروری کے لئے ہو(یعنی ان جائز چیزوں کے لئے جن کے بغیر زندگی کٹھن ہو جائے)مباح غیر ضروری کے لئے نہیں(یعنی ان جائز چیزوں کے لئے جن کی نفس کو ضرورت ہے زندگی کو نہیں)-مزید ارشاد فرمایا، جس نے مباح غیر ضروری کے لئے کوشش کی تو یہ کوشش، کوشش کرنے والے کو حرام تک پہنچا دے گی---دیکھا گیا ہے کہ ایسے حضرات سود پر قرض لینے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں-

کوشش دو طرح کی ہوتی ہے، ایک دین کے لئے دوسری دنیا کے لئے، جو خلوص سے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ان کے لئے رب کریم نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ اۡبۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ رَؤُفٌ م
بِالۡعِبَادِO (بقرہ:۲۰۷)

(اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے)

اور جو دنیا کے لئے خلوص دل سے رب کریم کی رضا چاہنے کے لئے کوشش کرتے ہیں ان کے لئے فرمایا:-

رِجَالٌ لَّاتُلۡھِیۡھِمۡ تِجَارَۃٌ وَّلَابَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَاءِ الزَّکٰوۃِ ص لا
یَخَافُوۡنَ یَوۡمَ تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارِO (نور:۳۷)

(وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا سودا اور نہ خرید و فروخت، اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے-ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں)

تیسرے وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دنیا کے لئے کماتے ہیں، اللہ سے غافل ہو کر دنیا ہی کے ذکر و فکر میں لگے رہتے ہیں-ان کے لئے رب کریم نے فرمایا:-

اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُO لا حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ O ط (تکاثر:۱)

(تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا-)

۹- یعنی عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے لئے-اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہماری عملی اور فکری کاوشوں کا ہدف صرف دنیا کمانا نہ ہو بلکہ ہر حال میں توجہ الی اللہ ہو-سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے خیالوں میں وہی بسا ہوا ہو، دینے والا وہ ہے، لینے والے ہم ہیں-جب نظر اس طرف سے ہٹ جاتی ہے تو انسان بکھرنے لگتا ہے، کبھی ٹوٹ پھوٹ بھی جاتا ہے-اس لئے ضرورت کے مطابق روزی کمانے کے بعد جس حال میں ہے اس کی طرف نظر رکھے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا:-

یَاعِبَادَاللّٰہِ! کُوۡنُوۡا عقِلاً وَجۡھَدُوۡا اَنۡ تَعۡرِفُوۡا مَعۡبُوۡدَکُمۡ قَبۡلَ مَمَاتِکُمۡ، اَسۡئَلُوۡا
حَوائِجَکُمۡ وَفِیۡ نَھَارِکُمۡ وَلَیۡلِکُمۡ، السُّؤَالُ لَہٗ عِبَادَۃٌ اِنۡ اَعۡطٰی وَاِنۡ لَمۡ یُعۡطِ-

(جلاء الخواطر، لاہور، ص:۷-۱)

اے اللہ کے بندو! عقلمند بنو، کوشش کرو کہ مرنے سے پہلے اپنے معبود کو پہچان لو، دن ہو یا رات اپنی حاجتوں کے لئے اسی سے سوال کرو-اس سے مانگنا عبادت ہے، وہ دے یا نہ دے-----

۱۰- انسانوں اور جنوں کی پیدائش کا مقصود عبادت ہے- یعنی اللہ کی بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی- اس لئے فرمایا:

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا- (حشر:۷)

(جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو)

ذرہ ذرہ عبادت کر رہا ہے- کان نہیں جو سن سکے- عقل نہیں جو سمجھ سکے، ارشاد فرمایا:-

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط الآیہ

(اسراء:۴۴)

(اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے-)

ہر بے جان چیز نظر آنے والی بھی جاندار ہے- کوئی بے جان نہیں، کوئی بے جان نہیں-

۱۱- قرآن کریم میں بکثرت مقامات پر عبادت کا ذکر کیا گیا ہے-

مثلاً ان آیات میں فاتحہ:۵، بقرہ:۸۳، نحل:۱۱۴، بیّنہ:۵ وغیرہ وغیرہ----- توحید عبادت ہے اور عبادت توحید-----

توحید یعنی اللہ کی یکتائی کا وہ تصور جس نے انسان کو سجدہ کی لذت سے آشنا کیا اور مردہ قوم کو زندہ کیا؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضور اکرم ﷺ کی زبانی یہ پیغام توحید عطا فرمایا:-

قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ O (الاخلاص:۱)

(تم فرمادو وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے)

فرمادیجئے اللہ ایک ہے---- یہ اعلان اس لئے کرایا گیا تاکہ بھولنے والے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم احسان کو نہ بھولیں اور اس کو یاد رکھیں جس کی محبت و اطاعت اللہ کا محبوب بنادیا کرتی ہے اور گناہوں کو مٹادیا کرتی ہے-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ الآیہ (آل عمران:۳۱)

(اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا-)

سبحان اللہ! ہماری یہ قسمت کہ اللہ ہم کو دوست بنالے گا- یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کتنا عظیم صلہ ہے؟--- وہ کریم تو دیتا ہی دیتا ہے، جو لیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے- اس کو اپنے بندوں سے بڑی محبت ہے--- بڑا پیار ہے---- محبت کا اندازہ عطاؤں سے ہوتا ہے- قدم قدم پر عطائیں، چپے چپے پر عطائیں- سارا عالم عطاؤں سے بھرا ہوا ہے، تن عطاؤں سے لدا ہوا ہے- یہ سب عطائیں رب کی پہچان ہیں- نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر منعم اور معطی کو پہچان لیا جاتا ہے، وہ سامنے ہو یا نہ ہو، عطائیں معرفت کا وسیلہ بن جاتی ہیں- خود ہمارے وجود میں اور وجود کے باہر نعمتوں کے انبار لگے ہیں- چاروں طرف نعمتیں ہی نعمتیں ہیں- اندر نعمتیں، باہر نعمتیں، اوپر نعمتیں، نیچے نعمتیں- نظر اٹھانے والا نظر اٹھا کر ادھر ادھر نہ دیکھ سکے تو خود ہی کو دیکھ لے؎

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اللہ اکبر! ساری رونقیں مولیٰ تعالیٰ کی چاہت کی ہیں- تو جس نے چاہا اس نے محبت کو سرخرو کیا- جس نے نہ چاہا اس نے محبت کو رسوا کیا- بلاشبہ وہ یاد ہے تو من بھی آباد رہے گا- تن بھی پھولا پھلا رہے گا- اس کو بھلا دیا تو من کو برباد کر دیا اور تن کو خاک میں ملا دیا- یہ کیسی زندگی ہے، یہ کیسی کھیتی لگائی کہ کچھ حاصل نہ ہوا- ہم کو اس لئے بھیجا کہ ہم نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر جیتے رہیں، اس کا نام لیتے رہیں، اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہیں- جب دنیا سے جائیں تو یہ یادیں سینے سے لگا کر لے جائیں، اس کے حضور حاضر ہوں تو منہ دکھانے کے قابل ہو-

۱۲- ان کلمات طیبات کے یہ معنی ہیں:-

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا بس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا تاکہ پہچانا جاؤں-

ان الفاظ کو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے حدیث قدسی سے تعبیر فرمایا ہے- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بھی اس کو حدیث قدسی تحریر فرمایا ہے- فارسی کے مشہور شاعر نظیری نیشاپوری نے اس شعر میں ان کلمات قدسیہ کے مفہوم کو یوں باندھا ہے؎

حدیث حسن و مشتاقی درون پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز برصحرا

(حسن و عشق کی باتیں پردے میں چھپی ہوئی تھیں تنہائی سے چاہت جلوگر ہوئی اور اس راز کو آشکار کر دیا)

چاہت ہی تخلیقات کا باعث ہوئی، یہ چاہت نہ ہوتی تو اللہ کے سوا کچھ نہ ہوتا- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ان کلمات قدسیہ کے اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اگر خُلّت اور الفت درمیان میں نہ ہوتی تو کوئی مرکب وجود میں نہ آتا، اس کی کوئی چیز دوسری چیز کے ساتھ نہیں ملتی بالخصوص جب تضاد کی صورت ہو- کوئی عالم واجب تعالیٰ کی ایجاد میں داخل نہ ہوتا کیوں کہ خُلّت اور محبت ہی ہے جو ایجاد کے سلسلے کو حرکت میں لائی اور اشیاء کے وجود کا باعث بنی-''

(مکتوبات امام ربانی، ج-۲، مکتوب:۸۸)

اسی لئے مشاہدہ کائنات سے موجودات سے محبت بڑھتی ہے، یہی محبت بندے کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے-

احقر محمد مسعود احمد